احمد سے مروی ہے کہ اگر کل پیداوار بقدر نصاب ہو تو عشر واجب الوصول ہوگا اور ہر حصہ دار اپنے حصہ کا دسواں حصہ دے گا اور اگر حصہ داروں میں سے کوئی ایسا ہو جس پر عشر واجب نہ ہو مثلاً ذمی یا مکاتب غلام تو مسلم یا آزاد حصہ دار پر بھی عشر نہ ہوگا جب تک کہ اس کے اپنے حصے کی پیداوار بقدر نصاب نہ ہو۔

عالم کی فضیلت

فضل العالمِ علی العابد کفضلِ القمرِ علی سائرِ الکواکب

(سنن ابو داود و ترمذی)

ایک عالم کو ایک عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے

جیسی کہ چاند کو دوسرے تمام ستاروں پر (حدث شریف)

قارئین ومقالہ نگار حضرات سے گزارش

بعض احباب ہمیں، اخلاقیات، فضائل ومناقب اور اعراس بزرگان دین کی مناسبت سے مضامین، اشتہارات اور بعض مقامات وشخصیات سے جذباتی وابستگی کی مظہر تحریریں اشاعت کے لئے ارسال فرماتے ہیں۔ جبکہ اس مجلّہ کا موضوع فقہ المعاملات ہے۔ لہذا براہ کرم ہمیں فقہ المعاملات سے متعلق مواد ہی اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔

۲۔ مجلّہ فقہ اسلامی عوامی پرچہ نہیں بلکہ فقہ المعاملات سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ واہل علم کا ایک علمی وتحقیقی مجلّہ ہے اس کے اس معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے معیاری مقالات کی ترسیل کی صورت میں آپ کی معاونت ہمارے لئے باعث افتخار ہوگی۔

(مجلس ادارت)

☆ لاثواب الا بالنیة ☆ (فقہی ضابطہ)

فقیر محمد چشتی

اورنگ زیب عالمگیر کا نظامِ عدل

اسلام کے نظام عدل کے نفاذ کے لیے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے طویل ترین تاریخی جدوجہد کے بعد ایک مملکت حاصل کی۔ خوش قسمتی سے مملکت پاکستان ۲۷ رمضان المبارک کی شب ۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آئی۔ اسی مبارک شب کو اللہ تعالیٰ کا آخری آئین قرآن مجید کی شکل میں ملا تھا جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والی نوزائیدہ مملکت میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رائج کیا جائے۔ شکران نعمت اور ادائے فرض کا تقاضا تھا کہ بلا کسی تاخیر و تذبذب کے پاکستان میں اسلامی نظام عدل نافذ کر دیا جاتا لیکن لادینی عناصر ہمیشہ سد راہ رہے۔ سادہ دل عوام کو اسلام کے نام پر دھوکا دیا گیا۔ عوام نے نفاذ شریعت کے لیے قائم ہونے والی مملکت کے حصول کے لیے جو قربانیاں پیش کی تھیں انھیں فراموش کرنے کی کوشش کی گئی مگر الحمدللہ عوام کے دلوں میں اسلامی شمع جلتی رہی اور وہ اس مملکت کو لادینی عناصر کی گرفت سے نجات دلانے کے لیے ولولہ انگیز جدوجہد کرتے رہے۔ ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی آخر کار پاکستان کے با اختیار لوگوں کو اس عوامی مطالبے کی اہمیت کا اچھی طرح احساس ہوگیا اور وہ اس اعتراف پر مجبور ہوگئے کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں غیر اسلامی نظام کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہم پاکستان میں اسلام کا وہ نظام عدل رائج کریں جسے اورنگزیب عالمگیر نے بھی ہندوستان میں نافذ کرکے اسلام کا بول بالا کردیا تھا۔ نتیجتاً جو امن وامان اور خوش حالی کی برکات حاصل ہوئیں اس کا اعتراف اپنے تو کیا بیگانے بھی کرنے پر مجبور ہیں۔ حکومت پاکستان بھی اس نظام

سے استفادہ کر کے ملک کو ایک اسلامی فلاحی مملکت بناسکتی ہے یہاں اس نظام عدل کی کچھ نمایاں خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قرآن وسنت کی برتری

اورنگ زیب عالمگیر کا اس پر پختہ یقین تھا کہ تمام کائنات کا اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ بادشاہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ اگرچہ ریاست کے تمام عمال بادشاہ کے سامنے جوابدہ تھے۔ بادشاہ ان کا نگران اعلیٰ تھا لیکن درحقیقت وہ سب کے سب شریعت اسلامی اور قانون الٰہی کے پابند تھے۔کوئی حاکم اس بات کا مجاز نہ تھا کہ شریعت کے سوا کسی اور کا پابند ہو۔ خود بادشاہ کی مجال نہ تھی کہ کوئی عالم شریعت کا کوئی مسئلہ اس کے سامنے پیش کرے اور وہ اس کے ماننے سے انکار کردے۔ جب بھی قرآن وسنت کی بات عالمگیر کے سامنے کی گئی اس کا سر اس کے سامنے جھک گیا۔شریعت کی بالاتری کے متعلق خافی خان رقمطراز ہے کہ عالمگیر کے دور میں اشیا کے نرخ مقرر کرنے اور پھر نرخوں کی نگرانی کرنے والے افسر مقرر تھے مگر جب علما نے بادشاہ کو شریعت کے مطابق یہ مسئلہ بتایا کہ نرخوں کا تعین خلاف شرع ہے۔فروخت کرنے والا اپنے مال کو اپنی صوابدید کے مطابق بیچ سکتا ہے تو بادشاہ نے تمام شہروں میں تعین نرخ کے قانون کو منسوخ کر دیا اور اعلان کروا دیا کہ آج سے کسی چیز کا نرخ متعین نہ کیا جائے۔(۱)

وہ برصغیر پاک وہند میں اسلام کا بول بالا چاہتا تھا۔قوانین اسلامی کا مکمل نفاذ اس کا مقصد زندگی تھا(۲) وہ ایک وسیع سلطنت کا مالک تھا مگر کوئی بھی شخص قانون کی خلاف ورزی کر کے شرعی سزا سے بچ نہ سکتا تھا۔شریعت کی بالاتری اور مساوات انسانی کے متعلق محمد اکبر کہتا ہے:

> **In His Vast Empire, no body could do anything contorary to the law and escape punishment enjoined by muhammadan Law.** (3)

---

(۱)خافی خاں، محمد ہاشم خان، منتخب اللباب، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، ۱۸۶۹ء، ص: ۹۶-۳۹۵

(۲)دائرہ معاف اسلامیہ (اردو) پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۸۴، ج: ۲۰ ص:۹۹

(3) Administrat of Justice by the Mughals, Kashmiri Bazar, Lahore, 1948. P-43

☆ العادة محكمة ☆ عادت کو حکم بنایا گیا ہے یعنی فیصلہ عرف کے مطابق ہوگا ☆

یعنی اس کی اتنی وسیع سلطنت میں کوئی شخص قانون کی خلاف ورزی کی جرات نہ کرسکتا تھا اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والا شرعی سزا سے نہ بچ سکتا تھا۔ اگر کوئی قاضی قرآن و حدیث کے خلاف فیصلہ کرتا تو وہ کالعدم قرار دے دیا جاتا جیسا کہ محمد بشیر احمد نے بیان کیا ہے:

> In theory a Qadi had unlimited powers to review his order. If it was against the sacred law, it was invalid in any case. (4)

یعنی نظریاتی طور پر قاضی کو اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کے وسیع اختیارات حاصل تھے۔ اگر یہ فیصلہ شرعی قانون کے خلاف ہوتا تو وہ کالعدم قرار دیا جاتا۔

عالمگیر کے دور میں کورٹ فیس نہ تھی

اس دور میں مستغیثوں سے کورٹ فیس وصول کرنے کا رواج نہ تھا۔ محمد بشیر احمد رقم طراز ہے:(۵)

> The judgement in Baqiyat-ul-Salihat and those in the Diwani office ofhyderabad bear no stamps and no mention of court fee is made, like Bentham,(6) Muslim jurists have always considered the imposition of Court fee th be against public policy.(7)

یعنی باقیات الصالحات میں درج مقدمات اور حیدرآباد کے دیوانی مقدمات سے واضح ہوتا ہے کہ دستاویزات پر نہ ٹکٹ لگتے تھے اور نہ ہی کورٹ فیس کی ادائیگی ہوتی تھی۔ بینتھم کی طرح مسلم فقہاء نے کورٹ فیس کو عوامی بہبود کے خلاف قرار دیا ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی دور میں مسلم حکمران فریقین مقدمہ سے

---

(4) Judicial System of Mughal Empire, Pakistan Historical Society, Karachi, 1978, P-102

(5) This is a Collection of fifty judgements and orders in originel delivered by Courts during the period 1550-1850-(Judicial System of Mughal Empire, p.16

(۶) یعنی انصاف مفت مہیا کرنا چاہیے (بینتھم کا مقولہ) Bentham`s maxim is Justice should be administrated gratis (Judicial System of Mughal Empire, p.93

(7) Ibid

کسی قسم کی فیس وصول نہ کرتے تھے۔ بعد میں بڑھتے ہوئے مقدمات کے پیش نظر مقدمات کی تھوڑی سی فیس مقرر کردی گئی مگر عالمگیر کے ایک حکم کے مطابق مستغیث سے ہر قسم کی فیس وصول کرنے سے عدالتوں کو منع کر دیا گیا۔(۸)

غرضیکہ دیگر مسلم حکمرانوں کی طرح عالمگیر کے دور میں بھی لوگوں کو مفت اور فوری انصاف مہیا کیا گیا۔ آج کل کی طرح مقدمات کے فیصلوں پر سالہا سال نہیں گزرتے تھے۔ حصول انصاف کا ایسا طریق کار اپنایا گیا کہ مقدمات کی پیروی میں نہ تو ان کا زیادہ وقت خرچ ہوتا تھا اور نہ زیادہ اخراجات برداشت کرنے پڑتے تھے۔

حصول انصاف میں غیر ضروری تاخیر کا سدباب

اسلامی نظام عدل کی ہی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انصاف مہیا کرنے میں غیر ضروری تاخیر نہیں کی جاتی۔ اس سلسلہ میں صاحب مرآت بیان کرتا ہے کہ عالمگیر نے دیکھا کہ کچھ عدالتوں میں بڑی تاخیر سے مقدمات کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ اس نے تاخیر کے اسباب دور کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اس نے ہدایات جاری کیں کہ تمام فوجداری مقدمات کو بلا تاخیر نبٹایا جائے۔ کسی کو بھی واضح قانونی ثبوت کے بغیر قید نہ کیا جائے۔(۹) عالمگیر مقدمات کے التواء کو ناپسند کرتے تھے۔ اگر مقدمہ کی پہلی پیشی میں فیصلہ نہ ہو جاتا تو کوتوال کے لیے ضروری تھا کہ وہ زیر بحث قیدیوں کو روزانہ عدالت میں پیش کرے حتی کہ مقدمے کا فیصلہ ہو جائے۔(۱۰)

شرعی وکیلوں کی مفت خدمات

اس دور میں بھی مقدمات کو آسانی کے ساتھ نبٹانے کے لیے وکلاء مقرر تھے۔ حکومت کی طرف سے شرعی وکیلوں کو مقرر کیا جاتا تھا۔ ان کو حکومت کی طرف سے فیس ادا کی جاتی تھی۔ محمد بشیر احمد لکھتا ہے:

Remuneration was paid by the state to the

---

(8) Ibid

(۹) علی محمد خاں، مرآہ احمدی بتصحیح نواب علی خاں، بروڈہ انڈیا، ج:۱ص:۲۷۸

(10) Muhammad Akbar, Administration of Justice by Mughals. P.48

Wakil-i-Shariat at the rate of one rupee a day but it was not clear what fees were charged by other wakils from their clients.(11)

یعنی حکومت کی طرف سے وکیل شرعی کو ایک روپیہ روزانہ معاوضہ کے طور پر ادا کیا جاتا تھا۔لیکن یہ بات واضح نہیں ہے کہ دیگر وکلاء اپنے مؤکلوں سے کتنی فیس لیتے تھے۔

مگر جو لوگ بہت غریب ہوتے اور مقدمے کے اخراجات برداشت نہ کر سکتے انھیں وکلاء کی مفت خدمات مہیا کی جاتی تھیں۔محمد بشیر احمد کے الفاظ میں شاہ جہاں اور عالمگیر کے دور میں ریاست کے خلاف دیوانی مقدمات میں وکیلوں کا تقرر کیا جاتا تھا اور غریب مستغیثوں کو مفت قانونی مشورے دیے جاتے تھے۔ عالمگیر نے ریاستی وکیلوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ محتاجوں کے مقدمات کی مفت پیروی کریں۔(۱۲)

عالمگیر کے دور میں آج کل کی طرح عدالتوں میں وکلاء کی کثرت نہیں ہوتی تھی۔ مقدمات کے فیصلوں کے لیے قاضی مقرر ہوتے تھے ان کی مدد کے لیے دیگر عدالتی عملے کے علاوہ مفتی یعنی اسلامی قانون کے ماہر موجود ہوتے تھے۔ قانون کا سارا عمل پیچیدگیوں سے مبرا تھا۔ عدالتی طریق کار طویل نہیں تھا۔ ایک ہی عدالت میں ہر قسم کے مقدمات پیش ہوتے تھے تاہم ایسی عدالتیں بھی موجود تھیں جہاں الگ الگ دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت ہوتی تھی لیکن ایک بات سب عدالتوں میں مشترک تھی کہ قاضی حضرات اپنے علم اور زہد و تقوی کی وجہ سے معروف اور قابل اعتماد ہوتے تھے۔ لہٰذا حصول انصاف میں مدد کے لیے طبقہ وکلاء کی ضرورت کم ہی پڑتی تھی۔

رشوت سے فیصلہ کالعدم ہو جاتا تھا

عدل و انصاف کی راہ میں رشوت اور جانبداری بہت بڑی رکاوٹیں ہیں۔ عالمگیر کے دور میں ان فیصلوں کو کالعدم قرار دے دیا جاتا تھا جن میں رشوت لینا ثابت ہو جاتا تھا۔ چناں چہ محمد بشیر احمد لکھتا ہے:

---

(11) Judicial System of Mughal Empire, P.88

(12) Ibid

If a Qadi was proved to have taken a bribe thus became on interested party, his judgement would be null and void.(13)

یعنی اگر کسی قاضی کے متعلق یہ بات ثابت ہو جاتی کہ اس نے رشوت لے کر جانبداری سے کام لیا ہے تو اس کا فیصلہ کالعدم قرار دے دیا جاتا تھا۔

قانونی جواز کے بغیر قید و بند کی ممانعت

عالمگیر کے دور میں کسی کو بلا جواز قید و بند میں نہیں رکھا جاتا تھا۔ عالمگیر نے ۱۸۰۶ء میں ایک فرمان جاری کیا جس میں قاضیوں کو جیلوں کا معائنہ کرنے کا اختیار دیا اور ایسے قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا جو بلا جواز قید کیے گئے تھے۔(۱۴) عالمگیر نے یہ لازم قرار دیا تھا کہ گرفتاری سے قبل واضح شہادت مہیا کی جائے(۱۵) ایک شقدار (پولیس افسر) کو ناجائز قید پر دو سو روپے جرمانہ کیا گیا۔(۱۶)

ایک فرمان کے ذریعے تمام گورنروں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ہاں کی تمام عدالتوں کے مقدمات کی روئیداد بھیجیں اور گورنر اپنے طور پر تحقیق کریں او اگر ماخوذ قیدی مجرم نہ ہوں تو انھیں فوری طور پر رہا کریں اور جن مقدمات میں غیر ضروری تاخیر ہو رہی ہے ان کا جلد فیصلہ کروائیں۔(۱۷)

سزائے موت کی توثیق

عالمگیر کے دور میں سزائے موت کی توثیق بادشاہ یا گورنر کرتا تھا۔ موت کی سزا دینے میں عالمگیر بڑا محتاط تھا۔ اسے انسانی زندگی کی قدر و قیمت اس قدر عزیز تھی کہ کوئی قاضی کسی بھی مجرم کو اس وقت تک پھانسی نہ دے سکتا یا قتل نہ کرسکتا جب تک بادشاہ سے تین بار اس کی منظوری نہ لے لیتا۔ قتل انسانی بادشاہ کے نزدیک سب سے بڑا جرم تھا وہ خود بھی انسانی قتل سے حد درجہ پرہیز کرتا۔(۱۸) بقول منوچی برصغیر کے موجودہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن ججوں کی طرح عالمگیر کے دور

(13) Ibid, P. 79
(14) Judicial System of Mughal Empire, P. 98
(15) Ibid, P-97
(16) Manrique, Travel of Fray Sebastion, Exford Hakluyt Society, 1927, pp25-26
(۱۷)مرآۃ احمدی تصحیح نواب علی خاں، بروڈہ انڈیا، ج:۱ص:۲۸۲
(۱۸)رشید اختر ندوی، اورنگزیب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور،۱۹۵۳ء ص:۳۹۶

میں قاضی ہر نوعیت کا فوجداری مقدمہ سن کر سزا سنا سکتا تھا مگر سزائے موت کے لیے بادشاہ یا گورنر کی توثیق ضروری تھی۔(۱۹)

عدالتوں کی نگرانی

اورنگ زیب عالمگیر نے تمام ممالک محروسہ کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے واقعہ نویس مقرر کر دیے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے کسی کونے پر کوئی اہم واقعہ رونما ہوتا تو عالمگیر کو اس کی خبر ہو جاتی تھی۔ ۱۶۷۱ء میں عالمگیر کو پتہ چلا کہ گجرات کے جج ہفتہ میں تین چھٹیاں کرتے ہیں اور محکمہ عدالت میں صرف دو دن مقدمات کے فیصلے کرتے ہیں۔ بادشاہ نے انھیں سرزنش کی اور فرمان بھیجا کہ وہ مقدمات کے فیصلوں کے سلسلہ میں شاہی عدالت کی پیروی کریں۔ خواجہ محمد ہاشم دیوان کو حکم دیا گیا کہ وہ قاضیوں کو پانچ دن مقدمات نبٹانے پر مجبور کریں۔ جج صاحبان اپنا کام سورج نکلنے کے ایک گھنٹہ بعد شروع کریں اور نماز ظہر کے وقت اپنے گھروں کو جائیں۔(۲۰)

عالمگیر کے دور میں عدلیہ انتظامیہ سے الگ تھی

خلفائے راشدین ہی کے دور سے عدلیہ انتظامیہ سے الگ تھی۔ اس بارے میں سیّد امیر علی رقم طراز ہے کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خلیفۃ المسلمین ہیں جنھوں نے قاضیوں کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں اور انھیں انتظامی افسروں سے الگ رکھا۔ اس وقت قاضیوں کو حاکم بھی کہہ دیا جاتا تھا۔ امیر علی کے بیان کے مطابق اسلام کے آغاز ہی میں قول وفعل کے لحاظ سے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ رکھا گیا۔ ابن خلدون اس سلسلہ میں کہتا ہے۔

وکان الخلفاء فی صدر الاسلام یباشرونه بانفسهم ولا یجعلون
القضاء الی من سواهم واول من دفعه الی غیره وفوضه فیه عمر
رضی اللّٰه عنه بالمدینة وولی شریحا بالبصرة وولی ابو موسی

(19) Manucci Niccolao, Storia do Mogor (1653-1708) tr. by William Irvine, john Murray Steet, London, 1907, Vol. II, P. 264

(20) Administration of Justice by the Mughals, P.48

الاشعری بالکوفة و کتب فی ذلک الکتاب المشهور الذی تدور علیه احکام القضا ة.(۲۱)

یعنی اوائل اسلام میں خلفاء مقدمات کے فیصلے خود کرتے تھے اور اپنے سوا کسی کو قضا کی خدمات سپرد نہیں کرتے تھے۔ سب سے پہلے جس نے قضا کے معاملات کو دوسروں کے سپرد کیا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انھوں نے حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ مدینہ طیبہ میں مقرر کیا۔ علاوہ ازیں قاضی شریح کو بصرہ میں اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ میں قضا کی خدمات سپرد کیں اور ایسے احکام قضا تحریر کیے جس پر قاضیوں کے احکام کا دارومدار ہے۔

آج کل پاکستان میں عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کرنا بڑا مسئلہ ہے۔ پاکستان میں ہر حکومت آغاز میں یہی نعرہ لگاتی ہے کہ ہم عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کردیں گے مگر بعد میں غالباً اپنے مفاد کو پیش نظر رکھ کر اس اہم مسئلہ کو سرد خانے کی نذر کر دیتی ہے۔ حالانکہ قرار داد مقاصد میں یہ وضاحت بھی ہے کہ عدلیہ انتظامیہ سے الگ ہوگی۔(۲۲)

دُور نہ جائیں اورنگزیب عالمگیر کے عہد ہی کو لے لیجیے اس وقت عدلیہ انتظامیہ کے ماتحت نہ تھی اس لیے آزادانہ طور پر بغیر دباؤ کے فیصلے ہوتے تھے اور مقدمات کے فیصلوں میں انتظامی امور کی وجہ سے دیر نہ لگتی تھی کیوں کہ حکام قضا کو انتظامی امور سپرد نہ کیے جاتے تھے۔

بقول محمد بشیر احمد:

Hitherto the judicial and the executive functions in th Muslim India Stat had been separate except thet the King or his representative in the province, the governor, combined them in his person, the lower ranks, that the Qadis and the executive officers functioned independently of each other. The Qadi has no "Executive" duties and, as far as, was possible, the executive officers were not invested with judicial powers.(23)

(۲۱) ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد (۸۰۳ھ) مقدمہ، مکتبہ الہلال، بیروت ۱۹۸۳ء باب ۳، فصل ۳۱ ص: ۱۴۸

(۲۲) صفدر محمود، ڈاکٹر، آئین پاکستان، جنگ پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۱ء ص: ۱۳۰

(23) Judicial System of Mughal Empire, P281

یعنی مسلم انڈیا میں عدالتی اور انتظامی امور الگ الگ تھے۔ صرف بادشاہ یا صوبے میں اس کا نمائندہ گورنر عدالتی اور انتظامی فرائض سرانجام دیتے تھے۔ قاضی کے پاس انتظامی اختیار نہ ہوتے تھے اور جہاں تک ممکن تھا انتظامی افسروں کو عدالتی اختیارات تفویض کیے جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انتظامی امور نہ ہونے کی وجہ سے قاضی ہمہ تن عدالتی امور کی طرف متوجہ رہتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہد عالمگیر میں مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر نہیں ہوتی تھی۔

اسلامی بنکاری

اور

سودی بنکاری میں فرق

کے حوالہ سے

بعض سوالات کے جوابات

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ناشر

ماڈرن اسلامک فقہ اکیڈمی کراچی